Lesson 2: Al-Kahf (Ayaat 9- 18): Day 7 سُورَةُ الكهف کی تفسیر

سورۃ کہف کی پہلی آٹھ آیات ہم پڑھ چکے ہیں۔ اگر چند جملوں ہم اُس کا خلاصہ کر لیں تو اگلی بات سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نزول کی بات کی اور فرمایا کہ ہم نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی۔ مجھے اس میں ایک چھپا ہوا پیغام نظر آتا ہے۔ کہ قرآن پاک کو انسان یعنی بندوں کے لیے نازل کیا گیا تا کہ وہ اس سے ہدایت حاصل کریں۔

اگر قرآن پاک سے صرف برکتیں نازل کرنی ہوتیں تو اس کو 23 سال میں نازل نہ کیا جاتا۔ ایک ہی دفعہ اللہ کے نبی ﷺ کے سینۂ اطہر پر نازل کر دیا جاتا یا کتاب کی شکل میں دے دیا جاتا۔ لوگ اس کو چومتے، عزت احترام کرتے اور اس سے برکتیں حاصل کرتے۔ قرآن کی قسم کھاتے یا شادی پر بیٹی کے سر پر رکھ دیتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔

قرآن کو 23 سال میں نازل کیا گیا۔ ئی زندگی گزارنے کا گائیڈ / مینوئل ہے۔ اللہ کے نبیؐ کی زندگی میں کئی موڑ آئے۔ اس قرآن نے اللہ کے نبیؐ کو راستہ دکھایا۔ اللہ کے نبیؐ اور صحابہ کرام نے 23 سال اس پر عمل کیا اور ہدایت حاصل کی۔ قرآن پاک کو قیما فرمایا گیا۔ یعنی قیم، سیدھا، استقامت سے جمے رہنا۔ قرآن محافظ ہے۔ ذرا سا بھی ادھر اُدھر ہوئے تو یہ کتاب آپ کو سیدھا کر دے گی۔

آج کی زبان میں اس کا مطلب ہے۔Navigator

یہ قرآن نگران اور محافظ ہے۔ جس طرح اگر آپ ڈرائیو کرتے کرتے کوئی غلط موڑ مڑیں تو آپ کا 'Navigator' آپ کو فوراً کہتا ہے کہ یوٹرن لیں۔ واپس مڑ جائیں۔ اسی طرح قرآن پاک آپ

کو سیدھا رکھتا ہے۔ آپ غلطی کرینگے۔ لیکن پھر قرآن کے ساتھ جُڑے رہیں گے۔ واپس سیدھے راستے پر آجائینگے۔ ہم ہمیشہ سیدھا نہیں چلتے۔ موڑ مڑتے ہیں۔ کبھی دائیں بائیں ہو جاتے ہیں۔ ہمارا نفس ہمارے ساتھ ہے۔ ہمارا نفسِ لوامہ ہمیں یاد دلاتا رہتا ہے۔ ہم نے اپنی ڈائریکشن سیدھی رکھنی ہے۔ ہم کیا کریں؟

قرآن پاک کا 'Navigator' لگا لیں۔ اور اپنی منزل جنت لکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ جنت کا حصول ہمارے لئے آسان کر دے۔ صراطِ مستقیم ہی اصل میں 'Rout to Jannah' ہے۔

ہم سب کو آدم اور حوا والا قصہ معلوم ہے۔ ہم سب نے جنت میں ہی واپس جانا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے معاف تو کر دیا تھا لیکن جنت کا راستہ مشکلات اور خواہشات سے ہو کر گزرے گا۔ انا اور نفس کو قابو کرنے سے ملے گا۔ بہترین معاملات سے ملے گا۔ ہر بچہ قدرتی طور پر جنت کی خواہش لے کر پیدا ہوتا ہے۔ وہ صراطِ مستقیم پر رہنا چاہتا ہے۔ غلطی ہونے پر نادم ہوتا ہے۔ ہر مذہب میں پیدا ہونے والا بچہ فطری طور پر جنت میں جانا چاہتا ہے۔ لیکن سیدھا راستہ صرف اور صرف اسلام کے راستے پر گزرنے سے ملے گا۔ راستہ ایک ہی ہے۔ مذاہب کئی ہیں۔ راستے بھی کئی ہیں۔ لیکن جنت کا راستہ صراطِ مستقیم یعنی اسلام کا راستہ ہے۔ اسی پر چل کر جنت ملے گی۔

ہر دَور میں انبیاء کرام نے اپنے لوگوں کی رہنمائی فرمائی۔ ہر نبیؑ نے اسلام کی تبلیغ کی۔ مثال؛ آپ ایک ٹرین کو تصور میں لے آئیں۔ پہلا ڈبہ / بوگی آدمؑ سے شروع ہوا۔ آخری بوگی اللہ کے نبیؐ تھے۔ اسلام شروع سے ایک ہی ہے۔ لیکن مکمل اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ ہوا۔ صرف اللہ کا حکم ماننا ہے۔ ہر دین میں شروع میں اللہ کا وہی حکم تھا لیکن پھر بڑوں نے اور اُس مذہب کے علماء نے تبدیل کر دیا۔

مثلاً اگر آپ کے ذہن میں آئے کہ اسلام مشکل دین ہے، عیسائیت آسان ہے۔ تو سمجھ لیں کہ عیسائیت میں بہت کچھ ان کے پادریوں اور پوپ نے تبدیل کر دیا ہے۔

جب بھی کسی گروپ نے اللہ کے حکم کے مطابق زندگی گزارنی چاہی تو اُسی دور کے لوگوں نے اُن کے لئے مشکلات پیدا کیں۔ سب سے پہلے ہمارا اپنا نفس رکاوٹ بنتا ہے۔ پھر گھر والے، رشتے دار، پھر علاقے والے، پھر شہر والے، ملک والے اور دنیا والے۔

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا ﴿٩﴾

کیا تم سمجھتے ہو کہ غار اور کتبے والے ہماری کوئی بڑی عجیب نشانیوں میں سے تھے؟ ﴿٩﴾

سوچ کو بیدار کرنے والا جملہ ہے۔

إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ﴿١٠﴾

جب وہ چند نوجوان غار میں پناہ گزیں ہوئے اور انہوں نے کہا کہ "اے پروردگار، ہم کو اپنی رحمت خاص سے نواز اور ہمارا معاملہ درست کر دے،" ﴿١٠﴾

مدینہ کے یہود نے مشرکینِ مکہ کے ذریعے یہ سوال کیا تھا۔ ان آیات میں اُن کو جواب دیا گیا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ان سوالات کے بارے میں بات ہوئی تھی۔ مشرکینِ مکہ اصحابِ کہف کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ یہود و نصاریٰ کو اصحابِ کہف کے بارے میں کچھ معلومات تھیں۔ عربوں کے لئے یہ بات بالکل نئی تھی۔ مشرکینِ مکہ نے یہود کے کہنے پر اللہ کے نبیؐ سے یہ سوال کیا کہ

اِن (یعنی نبی ﷺ) کو تو کچھ معلوم ہی نہیں ہو گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پورا قصہ بیان فرمادیا کہ یہ لو تمہارے سوال کا جواب۔

یہ دو لفظ ہیں۔ الْكَهْفِ: غار 'Cave' ۔ غار عربی کا لفظ ہے۔ غارِ ثور۔ کہف لفظ لیکن معنی غار ہی ہیں۔ یہ وہ غار ہوتی ہے جو پہاڑ کی کھوہ میں ہوتی ہے۔ صرف 'Shape' فرق ہوتی ہے۔

وَالرَّقِيمِ ۔ یہ لفظ رقم کی طرح ہے۔ جیسے تاریخ رقم کی۔ یعنی بیان کرنا۔ کتبے سے لفظ ہے۔ قبر کے کتبے سے لوگ کچھ پڑھتے ہیں۔ یعنی پتھر پر کچھ لکھنا۔ گہرا خط۔ مرقوم وہ چیز جس پر نقطے لگے ہوں۔ یعنی پتھروں پر لگے نشان۔ کچھ عجیب واقعہ۔ عجیب بات۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مختلف لوگ تھے اور کچھ کہتے ہیں کہ ایک ہی واقعہ ہے۔ کچھ کہتے ہیں ہے کہ ایک نوجوانوں کے گروپ کو ایک غار میں سلا دیا گیا تھا۔ پھر جب وہ اُٹھے اور اپنی طبعی موت مرے تو اُن پر کتبہ لگا دیا گیا تھا۔

ان کا واقعہ اس طرح سے ہے؛ حضرت عیسیٰؑ فلسطین میں مبعوث ہوئے۔ اُس وقت کا بادشاہ یہودی تھا۔

وہ رومن حکومت کا حصہ تھا۔ فلسطین کے مقامی لوگ یہود تھے۔ یہ یہودی بادشاہ نام کا یہود تھا لیکن رومن حکومت کے ماتحت تھا۔ رومن اُس دور میں بت پرست تھے۔ عیسیٰؑ کو 30 سے 33 عیسوی کے دوران آسمان پر اُٹھا لیا گیا۔ بعد میں یہود اور عیسائیوں کی آپس میں مقابلہ بازی ہوئی۔ ٹائٹس نے 70 عیسوی میں یروشلم پر حملہ کیا۔ اور یروشلم کو تباہ کر دیا۔ یہود کو قتل کر دیا۔ سلیمانؑ نے جو ہیکلِ سلیمانی جنوں کی مدد سے بنائے تھے وہ تباہ کر دیئے گئے۔ یہود مارے گئے یا بھاگ گئے۔

صرف عیسائی وہاں رہ گئے۔ دقیانوس نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی۔ کچھ نوجوانوں نے اسلام قبول کر لیا۔ (اُس دَور کا اسلام)۔ یعنی توحید پرست ہو گئے۔ رومن بادشاہ نے اُن کو کہا کہ یا تو بت پرست ہو جاؤ یا مارے جاؤ گے۔ یہ نوجوان بھاگ کر ایک غار میں چھپ گئے۔ تین سو سال وہاں غار میں سوئے رہے۔ (شمسی کیلنڈر اور اسلامی کیلنڈر میں فرق ہے اس لئے ایک کے مطابق 309 سال)۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قربِ قیامت کی نشانیاں اب نظر آ رہی ہیں جب دین پر عمل کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

نوجوان یا تو بادشاہ کی بات مان کر دوسروں کی طرح بن جاتے۔ لیکن انہوں نے بہترین راستہ چن لیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے لئے بہترین انتظام کر دیا۔ کروٹیں دلوائی۔ بہترین سورج کی روشنی ملتی۔ ہوا کا بھی انتظام۔ آج بھی یہ غار اَفسس کے مقام پر ترکی میں موجود ہے۔

ظالم بادشاہ ختم ہو گیا قسطنطنیہ بادشاہ نے عیسائیت قبول کر لی۔ اور پھر دَور اور وقت بدل گیا۔ اب 300 سال باد 400 عیسوی کا وقت آ گیا۔ حالات بدل گئے۔ اللہ نے شان سے ان اصحابِ کہف کو جگا دیا۔ اللہ کے لئے سب کچھ ممکن ہے۔ وہ اُٹھے تو بھوک لگی ہوئی تھی۔ اُن کے پاس چاندی کے سکّے تھے۔

اُن میں سے ایک کھانا لینے گیا۔ تو لوگوں نے پرانے سکّے دیکھ کر سنی سنائی باتوں سے ان کو پہچان لیا۔ پھر یہ گروپ طبعی وفات پا گئے۔ لوگوں نے وہاں کتبہ لگا دیا۔ اور ان کا بہت پہنچا ہوا سمجھنے لگے۔

ہمارے لئے اس قصے میں کیا پیغام ہے؟

جب بھی کبھی زندگی میں آپ کو اپنے ماحول سے مختلف رُخ چلنا پڑے تو ان کو یاد کر لیں۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ غار اور کتبے والے ہماری کوئی بڑی عجیب نشانیوں میں سے تھے ؟﴿۹﴾

ہر چیز اللہ کے کنٹرول میں ہے۔ اللہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ غور و فکر کریں۔ کائنات کی نشانیوں کو دیکھیں۔ ساری کہانی ہی ایمان کی ہے۔

ہماری دعاؤں کی قبولیت کا انحصار اسی بات پر ہے کہ ہمارا اللہ پر توکل کیسا ہے؟

ہم اپنا بچہ کسی اجنبی کو پکڑائیں گے ؟ اپنا موبائل فون کسی راہ چلتے کو دیں گے ؟

توکل اور بھروسہ صرف اللہ پر کریں۔ جب بھی دوسروں سے امیدیں لگائیں گے تو غلطی کریں گے۔

جب اللہ پر بھروسہ اور توکل ہو گا تو اولاد بھی صراطِ مستقیم پر ہو گی، نہ نوکری کی فکر نہ گھر والوں کی۔ رشتے بھی اللہ کی مرضی سے ہونگے۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق ۔۔ عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

اصلی پھول اچھی خوشبو دیتا ہے۔ اصل ایمان ظاہر ہو جائے گا۔ خاموش ایمان منافقت ہے پلاسٹک کے پھول کی طرح صرف ظاہری شکل ہے۔ بیماری اور آزمائش میں پول کھل جاتے ہیں۔ پتا چل جاتا ہے کہ انسان کا اللہ کے ساتھ کیسا تعلق ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں زندگی کے اُصول سکھا دیئے ہیں۔ آزمائش میں اللہ پر توکل رکھیں۔ اللہ آپ کی کروٹیں بھی بدل دے گا۔ آپ کی گرمی سردی کا خیال رکھے گا۔ اللہ نے آپ کو سب کچھ دے دینا تھا۔ لیکن ہم حوصلہ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

شیطان دیکھ رہا ہوتا ہے۔

اگر کسی نے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنا ہوتا استقامت سے چلتا رہے تو پہنچ جائے گا۔ لیکن اگر کوئی چار میل کی مسافت ہو اور ساڑھے تین میل تو چل لے لیکن پھر سوچے کہ اب نہیں چلا جاتا۔ واپس ہی چلا جاتا ہوں۔ پیچھے ساڑھے تین میل چلا جاتا ہے۔ صرف آدھ میل اور چلتے تو منزل پر پہنچ جانا تھا۔

بعض اوقات ہم صبر کی اعلیٰ چوٹی پر پہنچنے والے ہوتے ہیں لیکن ہمت ہار دیتے ہیں۔

اللہ کی مدد قریب ہوتی ہے لیکن ہم توکل چھوڑ بیٹھے ہوتے ہیں۔ عقل مندی یہ ہے کہ وہیں رُک جائیں۔ سانس لیں۔ صراطِ مستقیم پر چلتے اگر تھک جائیں تو بیٹھ جائیں۔ پیچھے جانے کا نہ سوچیں۔ تھوڑی دیر آرام کر لیں۔ رُک جائیں۔ خود کو دھوکہ دیں۔ کہ ابھی آرام کر لوں پھر چلوں گی۔ اپنے آپ کو بہلاتے پھسلاتے اوپر چلیں۔ آنے والے اچھے دنوں کو یاد کریں۔

خود کو یاد کروائیں وہ دن کیسا ہو گا جب میرا یہ کام ہو جائے گا۔ میں اس کو مشکل سمجھ رہی تھی۔ دیکھو وہ وقت بھی گزر ہی گیا۔ آزمائش دین کی ہو یا دین کی وہ چلی ہی جاتی ہے۔

دنیاوی کام میں ہمیں فائدہ نظر آ رہا ہوتا ہے تو ہم برداشت بھی کر لیتے ہیں۔ دین کے کام اس لئے مشکل لگتے ہیں کیونکہ فوری فائدہ نظر نہیں آتا۔

سب سے مشکل آزمائش عقیدے کی آزمائش ہوتی ہے۔ یہ اصحابِ کہف کے باپ بادشاہ کے دربار میں اعلیٰ عہدوں پر تھے۔ یہ امیر اور بڑے گھروں کے بچے تھے۔ اللہ کے نبی ﷺ کا ساتھ بھی نوجوانوں نے ہی دیا تھا۔

علامہ اقبال نے کہا تھا؛ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی۔۔۔

مشرکینِ مکہ کو یاد کر لیں۔ باپ ہے ابو طالب اور بیٹے ہیں علی اور جعفر بن طیار۔۔

باپ ہے ابو جہل اور بیٹا ہے عکرمہ۔۔

مدینہ میں باپ ہے عبد اللہ بن ابی اور بیٹا سچا مخلص مسلم عبد اللہ۔۔

اللہ کے نبی ﷺ کا ساتھ بھی نوجوانوں نے ہی دیا تھا۔ مشرکینِ مکہ کو یاد کروایا جارہا ہے کہ اللہ اپنے نبی ؐ کو اکیلا نہیں چھوڑے گا۔ اللہ ان کی نسلوں میں سے ایمان والے پیدا کر دے گا۔

اللہ پر توکل اور بھروسہ رکھیں۔